بیع ادھار و نفعِ بسیار

(ادھار خرید و فروخت پر دام بڑھانے کا مسئلہ)

مولانا ہادی بخش صدیقی

(فاضلِ دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی)

کیا فرماتے ہیں علماء محققین و فقہاء مدققین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ بیوپاری ایک چیز کو نقد ایک روپیہ میں لیکن ادھار دو روپیہ پر بیچتے ہیں' بالخصوص ہمارے زمانے میں کھاد کی فروخت اس طرح عام ہے' چنانچہ تاجر فی بوری نقد مثلاً تین سو روپیہ پر دیتے ہیں تو ادھار چار سو روپیہ پر دیتے ہیں' کیا اس طرح کی تجارت شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو کیا یہ سود ہے یا بیع فاسد یا مکروہ یا حرام وغیرہ؟ اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کے علماء کے دو گروہ میں کافی اختلاف ہے' لہٰذا برائے کرم دلائل و براہین سے مسئلہ واضح فرما کر ہمیں مشکور و ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ تعالیٰ سبحانہ خیر الجزاء

سائل : فقیر محمد سلیمان شہانی

ضلع ڈیرہ غازیخان' پنجاب

اما بعد! سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ بیع شرعاً جائز ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے یعنی شرعی و اصطلاحی مستحب کے خلاف ہے۔ باقی اس معاملہ میں کوئی سود' حرام' بیع فاسد یا مکروہ نہیں۔ تفصیلی جواب سے پہلے چند فوائد شرعیہ اور مسائل فقہیہ ذہن نشین فرمائیں تاکہ اصل جواب واضح اور بے غبار نظر آئے۔

فائدہ نمبر ۱ :

جاننا چاہئے کہ بیع کی باعتبار ثمن کے چار قسمیں ہیں۔

مُرَابَحَہ: یہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ جس میں مالِ تجارت کے نفع کی مقدار مقرر ہو۔ مثلاً بائع نے اعلان کیا ہو یا دکان پر لکھا ہو کہ میں صرف دس فیصد یا صرف پانچ فیصد وغیرہ نفع لوں گا۔ یعنی

کسی مسلمان نے نہیں کیا۔ خلاصہ یہ کہ منکرین رجم کے مغالطے کی چوتھی بنیاد بھی منہدم ہوگئی اور وہ اس آیت مبارکہ سے رجم کی نفی ثابت نہ کر سکے۔

۵۔ منکرین رجم کے مغالطے کی پانچویں بنیاد یہ ہے کہ قائلین رجم کے درمیان اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ رجم کے ساتھ سو کوڑے بھی مارے جائیں گے۔ کسی کے نزدیک صرف رجم کیا جائے گا۔ کوڑوں کی سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ رجم کو یقینی طور پر اسلامی سزا قرار دینا صحیح نہیں۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ رجم سے پہلے کوڑے مارنے میں اختلاف ضرور ہے لیکن رجم میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا اس اختلاف کو رجم کے یقینی اور قطعی ہونے کے خلاف پیش کرنا قطعاً باطل ہے۔

اس نوعیت کے کئی اور بھی اختلافات ہیں مگر رجم کے قطعی اور یقینی ہونے پر وہ بالکل اثر انداز نہیں ہوتے۔ مثلاً آزاد غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے مارنے کے بعد سال بھر کے لئے جلاوطن کرنا یا شادی شدہ شیخ زانی کے لئے رجم سے پہلے سو کوڑے مارنا اور اسی قسم کے جوان کو کوڑے مارے بغیر رجم کر دینا۔ علاوہ ازیں شرائط احصان میں بھی اختلاف ہے محلی ابن حزم میں ہے۔

(۱) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے محصن کو زنا کی سزا میں رجم کیا۔ کوڑے نہیں مارے۔ (۲۸) ابراہیم نخعی، زہری اوزاعی، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہؒ، مالک، شافعی، ابوثور، احمد بن حنبل، ان کے اصحاب، سب کا یہی قول ہے۔

(۲) حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے زنا کی سزا میں ایک عورت کو سو کوڑے مارے اور رجم بھی کیا۔ ابی ابن کعب سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ حسن بصری کا قول بھی یہی ہے۔ (۲۹)

(۳) حضرت ابوذر سے منقول ہے کہ شادی شدہ بوڑھے کی سزا سو کوڑے ہیں اور رجم ہے۔ اور اگر جوان ہو تو صرف رجم ہے۔ اسے کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ (۳۰)

ان تمام اقوال میں رجم کا ثبوت ہر جگہ موجود ہے۔ پھر ان اقوال کو رجم کے خلاف پیش کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ اس کے بعد ایک اور اختلاف مذکورہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک گروہ آزاد غیر

شادی شدہ کو سو کوڑوں کی سزا کے بعد سال بھر کے لئے اس کی جلاوطنی کو بھی حد میں شامل کرتا ہے۔ دوسرا گروہ اسے حد نہیں مانتا۔

ظاہر ہے کہ یہ اختلاف بھی منکرین رجم کے لئے مفید نہیں۔

خلاصہ یہ کہ منکرین رجم نے جس اختلاف کو رجم کے قطعی ہونے کے خلاف پیش کیا ہے اس سے ان کا مدعا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اور رجم کے قطعی ہونے کی حیثیت بدستور باقی برقرار رہتی ہے۔ لہٰذا ان کے مغالطے کی پانچویں بنیاد بھی منہدم ہوگئی۔

خلاصہ بحث

ہم نے اس بحث میں اس غلط فہمی کو دور کرنے کی ابتدائی کوشش کی ہے کہ "رجم شرعی سزا نہیں ہے۔"

اور جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ رجم شرعی سزا نہیں ہے انہوں نے اپنے اس دعویٰ کی پانچ بنیادیں اور دلیلیں ذکر کی ہیں۔ ہم نے اس بحث میں یہ واضح کر دیا ہے کہ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ رجم شرعی سزا نہیں ہے بالکل بے بنیاد ہے اور اس دعویٰ پر دی جانے والی تمام دلیلیں اعتراض اور مناقشہ سے خالی نہیں ہیں۔

❀ ❀ ❀

راجپوت انٹر نیشنل منی چینجرز

عامر چیمبرز' شاپ نمبر B-38 بالمقابل پی آئی اے سیار گاہ

گلشنِ اقبال مین یونیورسٹی روڈ کراچی

گلشنِ اقبال میں ایک نیا منی چینجنگ پوائنٹ

فون: 4984028 موبائل: 0300-9243903 -0300-9244061

فرق نمبر ۳ :

اگر کوئی شخص کسی شخص کو مثلاً ایک ہزار روپیہ قرض دیدے تو وہ اس کے بدلے صرف ایک ہزار روپیہ وصول کرنے کا حق رکھے گا اگرچہ ایک ماہ یا ایک سال یا اس سے بھی زائد مدت کے بعد وصول کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرض کی تاجیل اور مہلت کے بدلے میں کوئی چیز وصول کرنا شرعاً حرام اور سود ہے' لیکن عقد دین کا معاملہ اس طرح نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص مثلاً ایک بکری نقد پر ایک ہزار روپیہ پر بیچے' لیکن اگر کوئی ادھار پر خریدے تو اسے پندرہ سو پر بیچے تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اگرچہ ظاہراً نرخ کی زیادتی' ادھار کی وجہ سے ہے لیکن چونکہ اس تمام رقم کے مقابلے میں ایک مبیع اور سامان موجود ہے' پس وہ زائد رقم' حکماً اسی اصل رقم سے ملحق ہو کر من کل الوجوہ اسی مبیع کے مقابلے میں ہو جائے گی' اور اصل رقم کی زیادتی شرعاً درست ہے' پس یہ عقد درست ہو گا۔ شامی ص ۲۱۹' ج ۴ میں ہے۔

لان للاجل شبها بالمبیع' الا تریٰ انه یزاد فی الثمن لاجله والشبهة ملحقة بالحقیقة۔

نیز شامی کے اسی صفحے میں چند سطر کے بعد ہے۔

لان الاجل فی نفسه لیس بمال فلا یقابله' شیء حقیقة اذا لم یشترط زیادة الثمن بمقابلته قصدًا ویزاد فی الثمن الاجله اذا ذکر الاجل بمقابلة زیاده الثمن قصدًا فاعتبر مالا فی المرابحة احترازًا عن شبهة الخیانة ولم یعتبر مالا فی حق الرجوع عملا بالحقیقه۔ (بحر شامی ص ۲۱۹' ج ۴)

مسئلہ نمبر ۱ :

اگر کوئی شخص کوئی چیز ادھار ایک ہزار روپیہ پر خریدے اور وہ اسے بطور بیع مراحہ بیچے تو اس پر لازم ہے کہ خریدار کو کہے' میں نے اسے ادھار ایک ہزار روپیہ پر خریدا ہے اور ابھی اتنا نفع کرتا ہوں' تاکہ خریدار دھوکہ نہ کھائے کہ شاید اس نے نقد ایک ہزار پر خریدا ہے' کیونکہ عموماً نقد اور ادھار کے نرخ میں فرق ہوتا ہے۔ (در مختار و شامی' ص ۲۱۹' ج ۴)

مسئلہ نمبر ۲ :

اگر زید، عمرو کو کوئی بکری مثلاً پانچ مہینے کی مدت تک ادھار ایک ہزار روپیہ پر بیچے، جب وہ وقت آئے تو عمرو کہے کہ بھیا! میرے پاس تو اب پیسے نہیں، آپ یوں کریں کہ مجھے ایک ماہ اور مہلت دیجئے، میں تجھے اس ایک ماہ کے بدلے میں ایک سو روپیہ یا کوئی بھی رقم طے ہو، اس اصل رقم سے مزید دوں گا، اب یہ رقم شرعاً سود اور حرام ہے، کیونکہ بیع تو کافی مدت پہلے مکمل ہو چکی ہے، اب یہ بعد کے پیسے اس اصل رقم سے ہرگز لاحق نہ ہوں گے بلکہ صرف ادھار ہی کے بدلے میں ہوں گے اور بلا شبہ بالاتفاق سود اور حرام ہوں گے۔

امداد الفتاویٰ اردو جلد سوم (للتھانوی) ص ۲۴۷ میں فتح الباری شرح البخاری سے منقول ہے :

وروی عن قتادة ان ربا اهل الجاهلية، يبيع الرجل المنبيع الیٰ اجل مسمی، فاذا احل الاجل ولم يكن عند صاحبه قضاءٌ زاده و اخر عنه۔ اھ

مسئلہ نمبر ۳ :

اگر کوئی شخص اس طرح بیع کرے کہ خریدار کو کہے کہ اگر تو اب رقم دے گا تو مثلاً نرخ ہزار روپیہ ہے اگر پانچ ماہ کے بعد دے گا تو پندرہ سو ہے، اور خریدار اس وقت ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت قبول نہ کرے بلکہ اس طرح درمیانی بات میں چیز اٹھا کر لے جائے تو یہ بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ اس میں سامان کی ایک رقم کا تعین اور وضاحت نہ ہوئی اور اس کو فقہاء کرام ''جہالت ثمن'' یعنی قیمت کا پتہ نہ چلنا سے تعبیر کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس بیع میں سامان کی مقرر قیمت کا پتہ نہ ہو تو بالاتفاق بیع فاسد ہو جائے گی اور اسی بیع کو حدیث مبارک میں ''بیعتین فی بیعۃ'' کہا گیا ہے یعنی ایک بیع میں دو بیعوں کا ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا صورت میں ایک وقت اور ایک بیع میں دو نرخوں کی جدا جدا بیعوں کا ذکر ہے، اور کسی ایک نرخ کی بیع کا تعین نہیں۔

مشکوٰۃ شریف عربی ص ۲۴۸ میں ہے :

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعۃ۔ رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی۔

ترمذی شریف میں اسی حدیث مبارک کے ذیل میں ہے :

حدیث ابی ہریرۃ حدیث حسن صحیح والعمل علیٰ ہذا عند اہل العلم' وقد فسّرَ بعض اہل العلم: قالوا بیعتین فی بیعۃ' ان یقول ابیعک ہذا الثوب بنقد بعشرۃ و بنسیئۃ بعشرین ولا یفارقہ علیٰ احد البیعین' فاذا فارقہ' علی احدہما فلا باس اذا کانت العقدۃ علی واحِد منہما۔اھ

ترمذی شریف عربی' ص ۲۳۳' ج اول' نیز حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں از لمعات' نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ' نیز عالمگیری عربی' ص ۱۳۶ میں بھی اسی طرح ہے۔

فائدہ نمبر ۴ : ربا یعنی سود کی تعریف :

عالمگیری' ص ۱۱۷' ج ۳ میں ہے :

ہو فی الشرع عبارۃ عن فضل مال لا یقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال۔

تنویر الابصار میں ہے :

ہو فضل خال عن عوض بمعیارشرعی مشروط لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ۔

کنزالد قائق میں ہے : فضل مال بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال۔

خلاصہ یہ ہے کہ سود' مال کی اس زیادتی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقابلے میں' عقد معاوضات میں کچھ عوض نہ ہو۔ اس تعریف میں عقد معاوضات کی قید اس لئے بڑھائی گئی ہے کہ تاکہ ایک طرف سے بطور ہبہ و بخشش زیادہ دینے والی صورت خارج ہو' کیونکہ بطور ہبہ کسی جانب سے کچھ زیادہ دینا سود نہیں' اور اس مسئلہ کی مزید تحقیق کتب فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ نمبر ۵ : بیع باطل، بیع فاسد، بیع مکروہ اور بیع جائز کی مختصر تعریفیں :

۱ جو بیع اپنی اصل (یعنی بیع کے ارکان "ایجاب و قبول" اور مبیع) اور اپنی اوصاف کے لحاظ سے بعینہ شرع کے موافق ہو، اور خارجی طرف سے بھی اس پر کچھ جرح نہ آئے تو وہ بیع جائز ہے، جیسے کہ عام جائز بیوعات ہیں۔

۲ جو بیع اپنی اصل اور اوصاف کے لحاظ سے تو شرع کے موافق ہو، لیکن خارجی طرف سے اس پر کچھ جرح آئے، جیسے نمازِ جمعہ کی اذان کے بعد بیع کرنا، یہ بیع، بیع مکروہ کہلاتی ہے، کیونکہ اس سے نماز کی سعی میں رخنہ پیدا ہوتا ہے۔

۳ جو بیع اپنی اصل کے لحاظ سے تو موافق شرع ہو، لیکن اس کے ثمن یا اوصاف میں فساد ہو، جیسے کوئی مسلمان آدمی شراب کے بدلے میں بکری بیچے، اس صورت میں بیع کی اصل تو مشروع ہے لیکن اس کے ثمن میں فساد ہے یا کوئی شخص کوئی معلوم بکری، معلوم رقم کے بدلے میں بیچے، لیکن رقم ادھار ہو اور اس کی ادائیگی کا وقت مقرر و معلوم نہ ہو، بس اس صورت میں بیع کے ارکان یعنی ایجاب و قبول اور مبیع یعنی بکری سب موافق شرع ہیں، لیکن اس کی صفت یعنی ادائیگی دین کے وقت کا معلوم ہونا فاسد ہے۔ پس ان وجوہات سے ایسی خرید و فروخت، بیع فاسد کہلائیں گی۔

۴ جو بیع اپنی اصل کے لحاظ سے خلاف شرع ہو، مثلاً بیع میں ایجاب و قبول دونوں یا کوئی ایک نہ ہو اور یہ دونوں بیع کے ارکان ہیں۔ یا بیع میں مبیع، مال متقوم (قابل قیمت مال) نہ ہو جیسے کسی مردہ جانور کو کسی بھی چیز کے بدلے بیچنا یا کسی آزاد مرد یا عورت کو کسی بھی چیز کے بدلے بیچنا، یہ بیع، بیع باطل ہے، (ماخوذ از شامی، ص ۱۳۸، ج ۴)

جب آپ نے مندرجہ بالا تمام فوائد و مسائل شرعیہ کو خوب ذہن نشین کیا تو اب سوال کی صورت مسئولہ کا تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیے۔

بندہ نے اپنے مختصر جواب میں کہا تھا کہ وہ بیع شرعاً جائز ہے، یہ اس لئے کہ بیع جائز کی تعریف اس پر بالکل سچی ہے۔ کما لا یخفی علیٰ ذوی العقول۔ نیز بندہ نے کہا کہ وہ بیع، سود یا حرام یا فاسد یا مکروہ وغیرہ نہیں، کیونکہ ان تمام چیزوں کی تعریفات بھی اس پر صادق نہیں آتیں

خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں قرض کے بدلے میں نفع لینا نہیں بلکہ بظاہر دین کے بدلے میں اور حقیقۃً مبیع یعنی بیچے ہوئے سامان کے بدلے میں نفع لینا ہے اور قرض و دین کا فرق، نیز مبیع کے بدلے میں زیادہ نفع لینے کی تحقیق اوپر گزری ہے۔

اب آگے بعینہ صورت مسئولہ کے جوابات، دیگر فقہاء و علماء کرام کی بعینہ عبارات سے ملاحظہ فرمائیے:

۱ کتاب مسمّٰی باسم "صفائی معاملات" اردو للتھانوی، ص ۸ پر ہے۔ بعینہ عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

مسئلہ: اکثر لوگ ادھار سودا لینے والے کو گران دیتے ہیں مثلاً نقد قیمت دینے والوں کو روپیہ کا بیس سیر غلہ دیتے ہیں اور جو ہفتہ، دو ہفتہ کے بعد قیمت دے گا اس کو اٹھارہ سیر دیتے ہیں، یہ جائز ہے، اس کا کچھ مضائقہ نہیں، مگر یہ ضروری ہے کہ اول اس کی صفائی کر لی جاوے کہ قیمت نقد ملے گی یا ادھار، اور اگر ملتوی بیع کر دیا اور بیع کرنے کے ساتھ یہ کہا کہ تم سودا لئے تو جاتے ہو، اگر ابھی قیمت دے جاؤ گے تو ایک روپیہ ورنہ سوا روپیہ (اور مشتری کسی ایک جانب کی تعیین نہ کرے تو) یہ البتہ جائز نہیں۔

۲ فتاوی رضویہ جلد ہفتم، باب المرابحہ، صفحہ نمبر ۷۵ میں ہے۔

مسئلہ: زید نے عمرو سے کہا کہ تم ایک روپیہ کا مال اپنے روپے سے خرید لو بعد خریدنے تمہارے کے میں تم سے ایک روپیہ ایک آنہ دے کر خرید لوں گا اور ایک ماہ میں دوں گا کیونکہ میرے پاس روپیہ نہیں تو اس صورت میں نفع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے مگر یہ ثمن کی زیادتی اگر معمولی نرخ سے اس بنا پر بڑھائی گئی کہ زید قرض خریدتا ہے تو بہتر نہیں

لمافیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض کما افادہ فی الفتح و رد المحتار غیرھما من الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ فتاویٰ رضویہ، جلد ہفتم ص ۷۱، باب المرابحہ کا بالکل آخری مسئلہ، قبیل باب القرض مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ: ایک شخص غلہ اپنا نرخ بازار سے کم اس شرط پر دیتا ہے کہ قیمت کچھ عرصہ بعد لوں گا

مثلاً بھاؤ بازاری ۲۰ ثار ہے اور لوگوں کو ۱۹ ثار کے حساب سے دیتا ہے اس قرض دینے میں سود تو نہیں ہوتا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب: یہ سود نہیں نہ اس میں کوئی حرج جبکہ برضائے مشتری ہو اور اجل یعنی میعادِ ادا معین کردی جائے۔ قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم

غرض یہ بیع جائز بلا کراہت ہے ہاں خلاف اولویت ہے فتح القدیر میں ہے:

لا کراھۃ فیہ بل خلاف الاولی فان الاجل قابلہ قسط من الثمن واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ امداد الفتاویٰ للتھانوی اردو، جلد سوم، ص ۳۱۲ میں ہے۔ بعینہ عبارت مندرجہ ذیل ہے:

سود سے نجات کے لئے سودے کی قیمت بڑھا دینا جائز ہے:

سوال: میں کپڑے کی تجارت کرتا ہوں اور اس میں سود بھی دینا پڑتا ہے، اور صورت اس کی یہ ہے کہ وقت معینہ پر جب مہاجن کا روپیہ ادا نہیں ہو سکتا تو وہ سود لگاتا ہے، بارہا اس کام کو چھوڑ دینے کو جی چاہتا ہے، مگر بظاہر اور کوئی صورت معاش متصور نہیں ہوتی، بڑا پریشان اور مجبور ہوں دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ اس تہلکہ سے نجات بخشے اور نیز عرض ہے کہ اگر مہاجن سے اس بات کا فیصلہ کر لیا جاوے کہ ہم اس کو پانچ پیسے روپے کے حساب سے نفع دیتے ہیں اگر چھ پیسے روپے کے حساب سے نفع دینے لگیں اور وہ اس بات پر راضی ہو جاوے تو یہ صورت جواز کی ہے یا نہیں۔ اگرچہ وقت معینہ پر اس کا روپیہ ادا ہو کیونکہ اس ایک پیسہ کی زیادتی کی وجہ سے جو فی روپیہ بڑھا دی گئی ہے وہ مہاجن تاخیر ادائے رقم کو بلا سود منظور کرے گا۔

الجواب: ہاں یہ صورت جائز اور مستحسن ہے کہ اس کا نفع دیا جاوے، اور سود نہ دینا پڑے، اگرچہ وقت معین سے اس کے ادا کرنے میں کتنی ہی دیر ہو جائے۔

۵ صاحب فتاویٰ رشیدیہ نے "کتاب خرید و فروخت کے مسائل" میں درج ذیل ان تین مسائل کا جواب یوں فرمایا ہے کہ:

(نقد میں کم۔ادھار میں زیادہ قیمت لینا)

سوال : قرض لینے والے کو کم دینا یعنی نقد ایک روپیہ کو دیتا ہے اور ادھار میں سوا روپیہ کو دیتا ہے جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : ادھار پر نقد سے کم دینا مروت کے خلاف ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وَلاَ تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ

مگر مال میں حرمت نہیں آتی۔ فقط

۶ (ادھار چیز کو زیادہ قیمت پر دینا)

سوال : کسی شئے کو اس طرح بیچنا کہ اگر اس وقت قیمت دے گا تو دس روپیہ کو دے دوں گا ورنہ بعد اس قدر مدت کے مثلاً پندرہ لوں گا' ایک جگہ کے علماء نے عدم جواز باسناد اس روایت فقہیہ کے لکھا ہے :

قال فی الخلاصة رجل باع علی انه بالنقد هکذا و بالنسية هکذا لم یجزو و الی شهر هکذا او الی شهرین هکذا

اور دوسری جگہ کے علماء نے جواز اب آنجناب کس کو پسند فرماتے ہیں :

جواب : اس طرح بیع کرنا بشرطیکہ اسی جلسہ میں مقرر ہو جاوے کہ نسیۃً لے لیوے گا یا نقداً درست ہے اور بیع صحیح ہے مال حلال ہے۔ مگر خلاف مروت اور احسان کے ہے کہ فقیر پر احسان چاہئے نہ تشدد۔ پس فعل مکروہ (خلاف اولیٰ) ہے اور بیع صحیح ہے اور معنی روایت منقولہ کے یہی ہیں کہ مجلس میں دونوں شق کا تعین نہ ہو ورنہ در صورت تعین درست ہے۔ پس جس نے بدیں روایت ناجائز کہا وہ مطلب نہیں سمجھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ (غریب کو کم قیمت میں اور امیر کو زیادہ قیمت میں دینا)

سوال : زید جو چیز غریب آدمی کو ایک پیسہ کو دیتا ہے وہ چیز امیر آدمی کو دو پیسہ کو دیتا ہے اس طرح فروخت کرنا زید کو درست ہے یا نہیں ؟

جواب : زید کو ایسی تجارت جائز ہے۔ فقط

۸ رسالہ کشف الدجی عن وجہ الربو الملحقہ بامداد الفتاویٰ'ص ۲۵۲'ج ۳' میں ہے :

فظهر بما ذكرنا ان الزيادة التى كانت العرب تزيدها عند حلول الاجل فى مقابلة التاخير لم تكن ملحقة بالعقد اصلا والا لم تكن ربا' بل كانت جائزة والمبيع قائم۔

۹ اوپر مسئلہ نمبر ۳ کے آخر' فائدہ نمبر ۴ کے قبل ترمذی شریف کی یہ عبارت مرقوم ہے :

فاذا فارقه على احدهما فلا باس اذا كانت العقدة علىٰ واحد منهما۔

ترجمہ : جب بائع اور مشتری 'ان دو باتوں (یعنی نقد اتنا اور ادھار اتنا) میں سے کسی ایک بات کو طے کر کے پھر ایک دوسرے سے جدا ہوں تو اس صورت میں کوئی نقصان نہیں' جبکہ بیع کا عقد بھی ان دو باتوں میں سے کسی ایک پر ہو' ترمذی شریف عربی'ص ۲۳۳'ج ۱

۱۰ اوپر فائدہ نمبر ۳ کے آخر میں شامی کی عبارتیں گزری ہیں چنانچہ ایک جملہ یہ تھا :

الا ترى انه يزاد فى الثمن لاجله۔

ترجمہ : کیا تو نہیں دیکھتا کہ ادھار کی وجہ سے سامان کی رقم بڑھائی جاتی ہے۔

شامی ص ۲۱۹'ج ۱

خاتمہ و نتیجہ :

بندہ یہاں اس مضمون کو مکمل کرتا ہے اور قوی امید رکھتا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ دونوں فریق کے علماء بے حد مطمئن ہو جائیں گے 'اور ان کے جو چھوٹے یا بڑے شبہات ہیں بالکلیہ زائل ہو جائیں گے۔ اگر بالفرض پھر بھی کسی فریق کو کچھ خدشہ یا کوئی شبہ باقی ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر بندہ سے رابطہ فرما کر موقع خدمت فراہم فرمائیں۔

(بندہ کا پتہ یہ ہے : محمد ہادی بخش صدیقی بمعرفت جناب غلام انور بھنگر صاحب سیکریٹری سندھ بار کونسل ہائی کورٹ کراچی 'پاکستان)

فقیر ابن الصدیق محمد ہادی بخش صدیقی عفی عنہ